

عصر حاضر میں دعوت کے لیے نمونہ عمل حضرت یوسف علیہ السلام کے اسوہ کی روشنی میں

THE LIFE OF THE PROPHET YUSUF- PEACE BE UPON HIM- AS A MODEL
METHOD OF PREACHING IN THE CONTEMPORARY PERIOD

ڈاکٹر فریدہ یوسف * ڈاکٹر نیم اختر **

Abstract:

Preaching is an act that is obligatory for the Muslim ummah collectively. However, the fulfilment of this duty is a diverse and multi-faceted program. The methods of preaching vary according to the socio-cultural traditions of places and nations. Qurā'n guides us in this regard and provides us precedents that how to spread the message in diverse and different environment. This article focuses on the preaching method of the Prophet Yūsuf as a model in the light of Qurā'n. This model guides the preachers who face difficult situation and different environment. This model told us that even at the time of extreme difficulties one can succeed in spreading the message of Allah. This article describes that with faith and trust in God, the slavery turned to dominance. This paper also focuses on the principles derived from the methods of preaching of the Prophet Yūsuf as recorded in the Qurā'n. It also analyzes that how the above-mentioned methods of preaching can be fruitful in contemporary period.

Keywords: The Qurā'n, Hadrat Yūsuf, Preaching Methods

عصر حاضر میں دعوت

عصر حاضر میں کامیابی کے حصول کے دو بڑے ذرائع معاشری بالادستی اور تبلیغی مسامی ہیں۔ زیر نظر موضوع میں تبلیغ کے اثرات کا جائزہ لیا جانا مقصود ہے۔ فی زمانہ دعوت پر منظم انداز میں کوششیں تمام دنیا میں کی جا رہی ہیں۔ پاکستان میں اجتماعی سطح پر حکومتی و غیر حکومتی جامع نظم موجود ہیں۔ انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی کے زیر انتظام دعوة اکیڈمی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ مختلف سطح پر تربیتی کورسز کرائے جاتے ہیں۔ اسکے اور خطبائی کورسز ہیں۔ دعوت پر بین الاقوامی کانفرنز بھی کرائی جاتی ہیں۔ سن 2020 اور 2021 میں بھی دعوت پر کانفرنز ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ غیر حکومتی سطح پر مختلف تنظیمیں، منہاج انٹر نیشنل،

* ایسوی ایسٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہا الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

** اسٹینٹ پروفیسر، شہید بے نظیر بھٹو یکن یونیورسٹی، پشاور

الحمدلی انٹر نیشنل، انور انٹر نیشنل، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، جماعت الدعوۃ، اور دعوت اسلامی وغیرہ کے نظم موجود ہیں۔ اکثر ادارے معلوم و معروف فضایں فرنپڑہ تبلیغ ادا کرتے ہیں جبکہ دیگر کئی گروہ اجنبی فضایں بھی یہ فرض ادا کرتے ہیں۔ صلاحیتوں اور وسائل کی فراہمی کے باوجود مطلوبہ نتائج کے حصول کے لیے حکمت عملی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

دعوت کے حوالے سے موجودہ صور تحال کے پیش نظر دعوت کے مواد کی ترجیحی بنیادوں پر ترتیب، پیشکش اور مدعاوین کی درجہ بندی پر توجہ نہایت ضروری ہے۔⁽¹⁾ فرنپڑہ دعوت کی ادائیگی میں دعوت کا مرجع متعین اور محکم ہونا نہایت اہم ہے۔⁽²⁾ جبکہ حکمت سے مراد ہے کہ دعوت کی مقدار، اسلوب، مخاطب کا ذہنی معیار وغیرہ نہایت توجہ سے طے کیے جائیں۔ ہر کسی کو ایک ہی انداز میں، موقع کی مناسبت دیکھے بغیر اور اپنی سہولت کے مطابق اوقات میں تبلیغ نہ کی جائے۔ بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنی استعداد، ماحول اور حالات کو سمجھ کر بات کی جائے، مدعاو کی ضروریات کو سمجھ کر مناسب دلائل دیے جائیں۔ تاکہ مخاطب کے ذہن سے مسئلہ جڑ سے ختم کیا جاسکے۔ عمدہ نصیحت سے مراد ہے کہ

”مخاطب کو صرف دلائل سے ہی مطمئن نہ کیا جائے بلکہ اسکے جذبات کو بھی اپیل کی جائے۔ برائیوں اور گمراہیوں کا محض عقلی حیثیت سے ہی ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسان کی فطرت میں جو برائی سے پیدا کشی نفرت پائی جاتی ہے اسکو ابھار جائے اور انکے برے نتائج کا خوف دلایا جائے۔ ہدایت اور عمل صاحب کی محض عمدگی اور خوبی صرف عقلائی ثابت نہ کی جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اور شوق بھی دلایا جائے۔ دوسرا یہ کہ نصیحت ایسے طریقے سے دی جائے جس سے دل سوزی اور خیر خواہی پتکتی ہو۔ مخاطب یہ نہ سمجھے کہ ناصح اس کو حقیر سمجھ رہا ہے۔ بلکہ یہ محسوس ہو کہ ناصح کے دل میں اس کے لئے ترپ ہے۔ وہ اس کی اصلاح اور بھلائی چاہتا ہے۔ طریق بحث کی عمدگی اور خوبی سے مراد ہے کہ مناظرہ بازی مقصود نہ ہو بلکہ یہاں بھی اصلاح مقصود ہو۔ حضرت ابراہیمؑ، موسیؑ اور یوسفؑ کی دعوت میں حکمت اور مجادلہ احسان کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔“⁽³⁾

امور دعوت کی پیشکش میں حکمت جن اوصاف کا احاطہ کرتی ہے ان میں دائی کا اخلاق، دلسوzi، مدعاو کے ساتھ ہمدردی، اور فرنپڑہ دعوت کے ساتھ اخلاص بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔⁽⁴⁾ تاہم اس کے ساتھ دائی کو یہ بھی باور کر دیا جاتا ہے کہ اس کے ذمہ صرف ابلاغ ہے۔ ہدایت کی عطا اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ صرف ان کے لیے ہے جو ہدایت چاہیں۔ جو خود گمراہی چاہیں ان کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔⁽⁵⁾ اس کے ساتھ دعوت میں تدریج کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ کارِ دعوت کی مثال دہقان کے عمل سے دی گئی ہے۔ بیچ ڈالنے سے لے کر آخر وقت تک

اس کو متوقع اور غیر متوقع مسائل و خطرات سے اپنے کھیت کو بچانا ہے۔ بالآخر مقصد حاصل ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔⁽⁶⁾ نبی اکرم کی تبلیغی جدوجہد بھی اسی کی آئینہ دار ہے۔ نزول قرآن میں بھی تدریج ہے۔⁽⁷⁾ دعوت کی مثال بھی زمین سے دی جاتی ہے۔ جس طرح زمین کی پار آوری، بیچ، کھاد اور موسم سب فصل کے حصول کے لیے ضروری ہیں اسی طرح مخاطب کے ذہنی معیار اور نفیسیات کے مطابق اور اس کے معتقدات کی توبین کیے بغیر اس کو پیغام دیا جائے گا تو اس میں قبولیت کا امکان ہے۔ اللہ نے اسی لیے جھوٹے خداوں کو بھی برائی سے منع فرمایا۔⁽⁸⁾ داعی کا کلام بھی اس کے مقصد کے موافق ہونا لازم ہے۔ عمدہ زبان و بیان قبلہ فہم، مدلل اور نرم گفتگو جس کے ذریعے مخاطب کے شبہات بھی دور کیے جائیں مخاطب کو قائل کر سکتی ہے۔ نیز ایک ہی اصول یا نکتہ پر اصرار نہیں ہونا چاہیے داعی کو اپنے دلائل اور موضوعات کو موقع و محل کے مطابق بدل کر پیش کرنا چاہیے۔ تاہم مناظرہ بازی سے پرہیز کرے۔ استدلال کی بنیادیں انبیاء کی تبلیغی مساعی میں بدرجہ اتم موجود ملتی ہیں۔ نیز یہ کہ موقع و محل اور مدعو کے فرق سے طرز استدلال کا نمونہ بھی بدل کر اس کے موقع اختیار کیا جا سکتا ہے۔ سب سے اہم یہ ہے کہ داعی وقت اور حالات کے مطابق جدید اسالیب اور ذرائع اختیار کرے۔ انبیاء کے اسوہ میں اس امر کا بدرجہ اتم مظاہرہ ملتا ہے۔ ہر نبی نے اپنے دور کے جدید علم اور ذریعہ علم کو استعمال کیا اور اپنے عہد کے لوگوں کو علم و تحقیق کے ذریعے سے نصیحت کی۔⁽⁹⁾ داعی کو جدید ذرائع وسائل میں مہارت حاصل ہونی چاہیے۔ فی زمانہ دعوت کے اسالیب ملکیتاً تبدیل ہو گئے ہیں۔ آج سو شل میڈیا بلائن کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ لہذا داعی کو ان سب وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انبیا کرام کے اسوہ کی روشنی میں فرنچہ تبلیغ ادا کرنا ہے۔ ذیل میں حضرت یوسفؐ کے اسوہ کی روشنی میں فریضۃ دعوت بیان کیا جائے گا۔

حضرت یوسفؐ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؐ کے واقعہ کو سورہ یوسف میں "حسن القصص" کہا گیا ہے۔ سورۃ انعام اور غافر میں بھی آپ کاذکر ہے۔ حدیث میں آپؐ کے لیے "کریم ابن الکریم ابن الکریم" ایں الکریم⁽¹⁰⁾ کا لقب استعمال ہوا۔ آپؐ کی سرگذشت میں داعی کے لئے مختلف النوع ہدایات ہیں۔

(ا) ابتدائی مشکلات

حضرت یوسفؐ چند انبیاء کرام میں سے ہیں جن کو اللہ نے غلبہ و تمکن سے سرفراز فرمایا۔ سنت اللہ کے مطابق انہیں بھی مشکلات اور آزمائشوں کے مرحلے سے گزرنا پڑا۔ یوسفؐ ان آزمائشوں میں سرخو ہوئے ذیل میں آپؐ کی بعثت اور باقاعدہ تبلیغ دعوت سے قبل درپیش مسائل کا ذکر کیا جائے گا۔

(i) چاہ کنعاں میں گرا یا جانا

فطری استعداد، لاثانی حسن اور نبوت کی نشانیوں کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ کو باقی اولاد کی نسبت زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ ایک وجہ ان کا خواب بھی تھا جس میں انہوں نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے آگے سر بسجد دیکھا۔⁽¹¹⁾ اس عظمت پر مبنی خواب کو حضرت یعقوبؑ نے پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی تاکہ وہ کسی نقصان سے محفوظ رہیں۔ مگر بابل کے مطابق یعقوبؑ نے یوسفؑ کو اس خواب کے بیان کرنے پر ڈالنا۔⁽¹²⁾ بہر حال بھائی اس خبر کو پا کر یوسفؑ کی دشمنی میں شدید تر ہو گئے کہ گوکہ ظاہری قوت اور دیگر معاملات کے حوالے سے ترجیح دینے کے حقدار ہم ہیں مگر ہمارے باپ ہم طاقتور نوجوانوں کو چھوڑ کر کمسن بچوں کو محبوب بنائے ہوئے ہیں۔ لہذا یوسفؑ کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مختلف تجویزیں میں سے یوسفؑ کو کنوں میں پھینکنے پر اتفاق ہوا۔ قرآن نے برادران یوسفؑ کے حسد اور منصوبہ بندی کا مفصل ذکر کیا ہے۔⁽¹³⁾ بالآخر برادران نے حضرت یوسفؑ کو کنوں میں پھینکا اور والد سے یہ ظاہر کیا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ وہ یوسفؑ کے کرتے کو خون آکو دکر کے ان کے پاس لے گئے۔ اگرچہ والد نے ان کی دستان پر تلقین نہ کیا مگر صبر کارستہ اختیار کیا۔ قرآن یعقوبؑ کے راضی برضا ہونے کی تعریف کرتا ہے جبکہ بابل ان کو تھہڑ دلاثابت کرتی ہے۔⁽¹⁴⁾ تاہم اس طرح حضرت یوسفؑ اور یعقوبؑ کی آزمائش کا آغاز ہو گیا۔

(ii) غلامی اور غلبہ کے الٰی انتظامات

غلام کی حیثیت سے دوبار آپؑ کی خرید و فروخت ہوئی۔ قرآن کے مطابق ایک قافلہ نے پانی کی تلاش کے دوران ان کو کنوں سے ٹکالا اور نفع کی امید میں ساتھ رکھ لیا۔ قرآن نے الٰی حکمت عملی کا دو کر کیا کہ یہ سب یوسفؑ کے مستقبل کے حالات کے لیے اللہ کی تدبیر تھی۔⁽¹⁵⁾ قافلہ والوں نے معاملے کو خفیہ رکھنا چاہتا تھا کہ مصر لے جا کر ان کو فروخت کر دیں، لیکن آپؑ کا بھائی یہود آپؑ کو روز کھانا دیئے آتا تھا اس دن وہاں نہ پا کر اس نے بھائیوں کو خبر کی۔ بھائیوں نے قافلہ کے رفیق سے یوسفؑ کو اپنا بھاگا ہوا غلام ظاہر کر کے تقریباً بیس یا بائیس درہم کے عوض فروخت کر دیا۔⁽¹⁶⁾

آپؑ کی غلامی کے ساتھ غلبہ کے الٰی انتظامات جاری تھے۔ مصر کے شاہی دربار کے اعلیٰ عہدیدار نے آپؑ کو خریدا۔ اللہ نے اس کے دل میں آپؑ کے لئے محبت ڈالی۔ یہ اللہ کی طرف سے آپؑ کے ظاہری و روحانی بلندی در جات کی طرف اشارہ تھا، جیسا کہ ملک مصر میں انتظام فرمایا، خالم بھائیوں سے نجات دی۔ پھر کنوں سے نجات دی اور عزت و کرامت کے مقام پر پہنچا یا۔ مزید خوابوں کی تعبیر کا علم دیا اور آئندہ کی خبر بھی اسی مقام پر دی جا رہی ہے کہ رشد تک پہنچنے پر تقریباً ۳۳ برس کی عمر میں آپؑ کو علم اور حکمت سے نوازا۔⁽¹⁷⁾ مولانا اصلاحی لکھتے ہیں کہ: ”علم یہاں نبوت کے معنوں میں اور حکم حکومت کے معنوں میں بھی ہے اور قوت فیصلہ کے معنوں میں بھی اور یہ دونوں چیزیں حضرت یوسفؑ کو عطا ہوئیں۔“⁽¹⁸⁾

(iii) کردار کی آزمائش

عزیز مصر کی بیوی نے آپ کو دروغانے کی کوشش کی لیکن آپ ثابت تدم رہے۔ بے قصور ثابت ہونے کے باوجود طویل مدت قید رہے۔ قرآن کا بیان اس واقعہ میں جامع اور مقام انبیاء کے مطابق ہے۔ جبکہ بائل میں یوسفؐ کی طرف بعض نازیبا باتیں منسوب ہیں۔ قرآن کی رو سے عورت نے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، آپؐ کے انکار پر زبردستی کرنا چاہی۔ جس کے لیے مکمل انتظام تھا یعنی دروازے مغلل تھے۔ پھر بھی آپؐ اپنے رب کی برہان کی برکت سے وہاں سے دروازے کی طرف بھاگے۔ عورت پیچھے بھاگی۔ اس صورتحال میں آپؐ کا کرتا پیچھے سے پھٹ گیا۔ دروازے کے باہر شوہر کو دیکھتے ہی اس نے آپؐ پر الزام رکھ کر سزا دلوانا چاہی۔ آپؐ نے الزام کی تردید کی اور عورت کے خاندان سے ایک گواہ نے ایک دلیل بیان کی کہ اگر یوسفؐ کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت قصوروار ہے اور اگر کرتا آگے سے پھٹا ہو تو یوسفؐ قصوروار ہوں گے۔ کرتا پیچھے سے پھٹا دیکھ کر عزیز مصر کو یوسفؐ کی بے گناہی کا یقین آگیا۔⁽¹⁹⁾

اس مقام پر قرآن نے ان کی ہدایت کے الی انتظام کے بارے میں بتایا ہے کہ حضرت یوسفؐ نے اپنے آپ کو غلط راستے سے بچا یا اور ان کی کوشش کے نتیجہ میں اللہ کی تائید بھی ان کے شامل حال تھی۔ ان کی تیک نفسی کی خواہش کو اللہ نے اپنی طرف سے برہان دکھا کر پختہ کیا۔ تفسیر طبری میں برہان کے بارے میں تین روایات ہیں ایک یہ کہ چھت کی طرف حضرت یعقوبؐ کی تصویر نظر آئی کہ دانتوں میں انگلی دبائے آپؐ کو منع فرمائے ہیں۔ دوسری یہ کہ عزیز مصر کی تصویر نظر آئی۔ تیسرا یہ کہ چھت کی طرف زنا کی ممانعت کی آیات لکھی ہوئی نظر آئیں۔ تاہم جو بھی صورت ہو اللہ نے آپؐ کی تائید فرمائی۔⁽²⁰⁾

برہان خیر و شر میں فرق اور خیر کے اختیار کرنے کا نام ہے۔ جو اس کا طلبگار ہو اللہ اس کو راہنمائی عطا فرماتا ہے اور جو اس راہنمائی کر دے تو پھر اس کے اندر سے یہ تمیز آہستہ آہستہ گم ہو جاتی ہے اور وہ قرآن کی اصطلاح کے مطابق اندھے گوئے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ہدایت نے حضرت یوسفؐ کی رہنمائی کی اور وہ گمراہ نہ ہوئے برہان دلیل اور جلت کو کہتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح جلت وہ ہے جو خود اپنے باطن سے آئے۔ اسی سے مولانا اصلاحی نے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ اللہ بعثت سے قبل بھی انبیاء کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے مگر نبی کے معصوم عن الخطاء ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ان سے گناہوں کی قوت و صلاحیت سلب کر لے بلکہ وہ اللہ کی اطاعت کے ذریعے سے اپنی تربیت کرتے ہیں۔ جس سے انکا نور باطن قوی تر ہو کر آزمائش

کے وقت ان کی حفاظت کرتا ہے۔ (21) آپ برهان رب دیکھ لینے کے بعد وہاں سے بھاگے اور اس تحفظ کی خواہش میں ان کو یاد نہ رہا کہ دروازے بند ہیں۔

(iv) قید

یوسفؑ کی قید سے داعی کے لیے استقامت کا درس ملتا ہے۔ مصری خواتین نے ترغیب ناکام ہونے کے بعد سزا کے خوف سے اپنی بات منوایا۔ یوسفؑ نے دوسری صورت یعنی ظلم و سزا کو قبول کر لیا۔ (22) آپؑ نے اپنے تحفظ کی کوشش کے بعد خدا سے مدد طلب کی اور مصائب کو گناہ کر کے آسائش لینے پر ترجیح دی۔ اللہ نے ان کو اس آزمائش میں بھی سرخ روکیا۔ ان ابتدائی مشکلات کے دوران حضرت یوسفؑ نے تبلیغ بھی جاری رکھی۔

۲۔ دعوت

حضرت ابراہیمؑ کے بعد یعقوبؑ اور اسحاقؑ کی بعثت اپنے اپنے علاقوں تک محدود تھی۔ یوسفؑ کو اللہ نے کنعان سے مصر تک کے لئے مبوعث فرمایا۔

(۱) توحید

توحید ہر بھی کی دعوت کا نقطہ آغاز ہے۔ جیل میں ہی یوسفؑ شرک کی نفی کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپؑ نے لوگوں کو تخلیق پر غور کرنے پر آمادہ کیا۔ معبودانِ باطلہ کی بے حقیقتی واضح کی پھر توجہ دلائی کہ عقل ایک خدا کا تقاضا کرتی ہے۔ (23) یہاں یوسفؑ کا اسوہ داعی کے لیے یہ ماذل پیش کرتا ہے کہ بات کو سوالیہ انداز میں کر کے اپنی طرف متوجہ کیا اور نتیجہ پر پہنچنے کے لئے انہیں آزاد چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ عقل سلیم اسی نتیجہ پر پہنچ گی کہ انسانی زندگی میں بھی متعدد ارباب کی ایک رب کی کار فرمائی ہی بہتر نتائج پیدا کرنے والا نظریہ ہے۔ توحید کا لازمی نتیجہ رہ شرک ہے انیاء کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ شرک کو رد کرنے کے ساتھ اپنے پیر و کاروں پر واضح کر دیتے ہیں کہ وہ مامور من اللہ ہیں۔ فوق البشر اور ما فوق الغفتر مطالبات کی تکمیل ان کا دائرہ کار نہیں۔ گویا انہیا پہلے سے موجود شرک کے خاتمہ کی جدوجہد کے ساتھ اپنے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد پیدا ہونے والے شرک کا دروازہ بھی بند کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی عظیمتوں کو اللہ کی عطا قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی دعوت کو گذشتہ انیاء سے منسلک کیا۔ (24) یعنی یہ واضح فرمایا کہ ان کی دعوت کسی خود ساختہ مذہب کی طرف نہیں بلکہ گذشتہ انیاء کی تعلیم پر مبنی ہے۔

(ب) رسالت و آخرت

توحید، رسالت اور آخرت ہر نبی کی دعوت کے بنیادی نکات ہیں۔ یوسف نے رسالت و آخرت کی تبلیغ کی۔ بلکہ غلبہ اور نعمتوں کے حصول کے بعد جذبہ شکر کے تحت بھی خدا کی نعمتوں؛ بادشاہت، علم اور رسالت و آخرت کا ذکر کیا اور مزید استعانت طلب کی۔⁽²⁵⁾

(ج) تقلید آباء کی ممانعت

ہر عہد میں غلط عقائد و اعمال کی ایک دلیل آباء کی پیروی رہی ہے۔ انبیاء کے ساتھ قوموں کے جھگڑے کہ وجہ یہی رہی ہے کہ انبیاء؛ رد و قبول کا معیار محض آباء کی پیروی کے بجائے حق کو قرار دیتے ہیں۔ اسی کی یوسف نے بھی نشاندہی فرمائی۔⁽²⁶⁾ یعنی "تقلید آبا" شرک اور باطل پرستی کی کافی دلیل ہرگز نہیں ہے۔ غلبہ اور اختیار صرف اللہ کا ہے۔ کوئی اور عبودیت کا حقدار نہیں۔

(د) ناپ قول میں درستی اور مہمان نوازی

غلبہ و اقتدار کے حصول کے بعد ناپ قول کے معاملات میں ہدایات یوسف کی دعوت کا ایک اہم پہلو ہے۔ اسی طرح مہمان نوازی کی طرف بھی راہنمائی ملتی ہے یعنی اخلاقیات کی طرف بھی توجہ دی ہے۔⁽²⁷⁾

(ر) امانت و دیانت

یوسف نے امانت و دیانت کو نہایت ضروری و صفت کی حیثیت سے بیان فرمایا۔ یہ آپ کی دعوت کا اہم نکلنے ہے۔ عزیز مصر کی بیوی کے مطالبہ کو امانت و دیانت کے حوالہ سے ہی منع فرمایا۔⁽²⁸⁾ اپنے مالک کی ملکہ میں بد دیانتی کرنے سے اللہ کی پناہ طلب کی اور امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا۔

(ز) توکل

یوسف کی سرگذشت میں توکل علی اللہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ہر آزمائش کے موقع پر آپ نے درست طرز عمل اختیار کرنے کے بعد اللہ پر توکل کیا اور نصرت طلب کی۔ آپ کی تائید کی گئی۔ چاہ کنغان کی آزمائش ہو، زنان مصر کا معاملہ ہو یا جیل کی فضا ہو، آپ نے اللہ پر توکل کیا اور توکل کی تعلیم دی۔

۳۔ طریق دعوت

حضرت یوسف نے دیگر انبیاء و رسول سے بالکل مختلف ماحول میں دعوت دی لہذا اس اجنبی ماحول کے موافق اسلوب بھی اختیار کیا۔ بقول مولانا ناندوی:

"جو شخص دعوت و تبلیغ کو اصول و قواعد کی حد بندیوں میں محسوس کرتا ہے وہ دراصل اس کی کارکردگی کو محدود کرتا ہے دعوت، نشاط، جوش اور حرارت کی مقاضی ہے داعی اور مبلغ پر

بھی یہ ظلم ہے کہ اس کو ضوابط کا پابند کر دیا جائے۔⁽²⁹⁾

قرآن کریم میں حضرت یوسفؐ کی دعوت کا نمونہ بیان کیا گیا ہے۔ اسلوبِ دعوت کے مندرجہ ذیل نکات اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

(الف) حکمت

جمل میں آپؐ کے ساتھ دو قیدی داخل ہوئے۔ آپؐ کی ظاہری جلالت شان اور علم و اعتبار کے باعث اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھی۔ مگر آپؐ نے بات کو خوبصورتی سے دعوت کی طرف موڑا۔ آپؐ نے انسانی نظرت کے تقاضے کے مطابق ان کو تعبیر بتانے سے پہلے یقین دہانی کرائی کہ بلا تاخیر آپؐ تعبیر بتانے پر قادر ہیں پھر بتانے سے پہلے اپنے علم کا مصدر بتایا۔⁽³⁰⁾ گویا آج کے اسلوب میں حوالہ ذکر کیا۔ مگر اس اطمینان کے ساتھ کہ ان کی ضرورت پوری کردی جائے گی، نہایت حکیمانہ اسلوب میں گفتگو دعوت کے موضوع کی طرف موڑ دی جبکہ مخاطب گوشہ دل ہو کر آپؐ کی بات سن رہے ہیں ان تک اپنا پیغام پہنچا دیا۔

(ب) عقل کو مخاطب بنانا

دعوت کا انداز بتاتا ہے کہ ایک دم آپؐ کی جابر و قاهر ہستی کا خوف نہیں دلاتے بلکہ نہایت ہی پر حکمت اور محبت بھرے انداز کے ساتھ عقل کو اپیل کرتے ہیں اور مخاطب کے سامنے صحیح و غلط کو اس طرح کھول کر رکھ دیتے ہیں کہ وہ خود صحیح و غلط کا فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ مثلاً کائنات کے انتظام کی طرف توجہ دلا کر پوچھتے ہیں کہ خود ہی بتاؤ کہ اس سب کو چلانے پالنے والا ایک ہی رب یا متعدد ہستیاں اس کو بہتر انداز میں چلا سکتی ہیں اور پھر خود ہی سوچو کہ ان باطل دعوؤں کے لئے تمہارے پاس دلیل ہی کیا ہے۔

(ج) تاویل الاحادیث

یوسفؐ کی ایک خصوصیت بات کی تاویل جانا ہے۔⁽³¹⁾ آپؐ کی نبوت کی بشارت کم سی میں بھی خواب کے ذریعے ہوئی۔ فرانصہ دعوت کی ادائیگی میں بھی تعبیر الروایا ایک وسیلہ بنی۔ آپؐ کو ملک مصر پر غلبہ و تکنن بھی تعبیر الروایا کے ذریعے حاصل ہوا۔

(د) حالات سے بروقت استفادہ

درجن بالا واقعہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسفؐ جمل میں ہیں اور لوگ جو خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں وہ بھی قیدی ہیں۔ بظاہر صورتحال مختلف ہے مگر یوسفؐ نے اس صورتحال میں بھی فرانصہ دعوت انجام دیا یعنی داعی کو ہر حال میں دعوت و تبلیغ کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ حالات سے بروقت فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(ر) موعظت حسنہ

یوسفؑ نے حکیمانہ اسلوب میں دعوت پیش کی پھر مخاطبین کو اپیل کی، ان کو سوچنے پر ابھارا، جب وہ ایک حد تک مکالمہ میں آپؑ کے ساتھ چلے تو پھر عمدہ انداز میں نصیحت کی۔

۴۔ مسائل و مشکلات

یوسفؑ نے ایک مختلف ماحول میں دعوت کا فرائضہ انجام دیا۔ عموماً اینیا نے دعوت کا آغاز اپنے علاقے سے کیا، جہاں نبی اور اس کا خانوادہ پوری طرح معروف تھا۔ ہر قوم اپنے نبی کے اخلاق و کردار کی معترف رہی اور بعثت کے بعد منکرین کو یہ جرأت کبھی نہیں ہوئی کہ وہ نبی کے کردار کے بارے میں اعتراض کریں۔ مگر حضرت یوسفؑ ۱۳ یا ۱۴ سال کی عمر میں اپنے علاقے سے غلام کی حیثیت سے لے جائے گئے۔ وہاں آپؑ کی خرید و فروخت ہوئی۔ نئے ماحول کے لوگ آپؑ کی خاندانی شرافت و بزرگی سے قطعاً ناواقف تھے، لہذا جبی ماحول میں آپؑ کو کچھ مشکلات پیش آئیں جو ذیل میں درج ہیں۔

(اف) اجنی فضاء

یوسفؑ کی دعوت کی بنیادی رکاوٹ آپؑ کے لئے اجنی قضا تھی۔ آپؑ کی مخاطب ایک غیر قوم تھی جس میں آپؑ کا تعارف تھا مگر خاندانی اثر و سوخ حاصل نہ تھا۔ قوم کے لئے کسی اجنی کو اپناہدی مان لینا آسان نہیں۔ کوئی قوم اجنی کو اپنے مزعمات کو تردید کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

(ب) قید

یوسفؑ کی دعوت کے فروع میں دوسری رکاوٹ آپؑ کا محبوس ہونا تھا جب تک آپؑ جیل میں رہے تقریباً تیرہ برس تک آپؑ کی دعوت کا کام انتہائی مدد و رہا۔ لیکن قید سے رہائی کے بعد اللہ نے آپؑ کو غلبہ و تکن عطا فرمایا جو یقیناً آپؑ کی دعوت میں معاون ثابت ہوا ہو گا۔

۵۔ نتائج واشرات

ذیل میں یوسفؑ کی حکیمانہ سرگزشت سے چند اہم اثرات و نتائج مذکور ہیں۔ دعوت کے نتائج کو دو حصوں فکری اور عملی نتائج میں بیان کیا جائے گا۔

(ا) فکری نتائج**(i) رویائے صادقہ کی اہمیت**

اگرچہ رویائے صادقہ کو مستقل ذریعہ وحی کی حیثیت حاصل ہے مگر حضرت یوسفؑ کو قرآن مجید کے مطابق زیادہ تر خواب میں بشارت وہدیت کے ذریعے وحی کی گئی۔ نیز آنحضرتؐ کے بعد امت مسلمہ میں بھی اس ذریعہ علم کی اہمیت مسلمہ ہے۔

(ii) تدبیر کے بعد توکل علی اللہ کی تعلیم

حضرت یوسفؑ اور یعقوبؑ دونوں کا طرز عمل رہنمائی کرتا ہے کہ پوری کوشش کرنے کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ مثلاً یعقوبؑ نے بیٹوں کو دربار مصر میں جانے کے متعلق ہدایات دیں تو قرآن نے تبصرہ کیا کہ انہوں نے تدبیر کی تاہم وہ اس کا بخوبی ادا کر رکھتے تھے کہ کوئی تدبیر اللہ کی مشیت کے برخلاف کچھ نتیجہ برآمد نہیں کر سکتی۔ (32) یعنی تدبیر اور تقدیر کے باہمی تعلق کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ مولانا اصلحی نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انسان کے لیے درست رویہ یہ ہے کہ مصالح کے مطابق تدبیر اختیار کرے، ہر ممکن جدوجہد کر کے اللہ کی مشیت پر یقین رکھے۔ (33)

(iii) شخصیت کی حفاظت

عزت نفس کا ہر حال میں پاس رکھنا ضروری۔ اگر داعی خود معتبر شخص نہ ہو گا تو کوئی اس کی بات کا اعتبار نہیں کرے گا۔ اعتبار اور عزت نفس کے لئے داعی کو مفادات کی پروانہیں کرنی چاہیے۔ جیسا کہ یوسفؑ نے ایک طویل عرصہ جیل میں گزارنے کے باوجود محض انعام کے طور پر رہائی قبول نہ کی بلکہ معاملات کی تحقیق اور براءت کے بعد باہر آئے۔

(iv) جائز مقصد کے لئے مناسب تدبیر

جائز مقصد کے لیے مناسب تدبیر کرنا بصیرت کی علامت ہے۔ یوسفؑ سے جب دو قیدی تعبیر پوچھنے آئے تو جو آپ کی نظر میں نجات پانے والا تھا سے فرمایا کہ تم بادشاہ سے میراڑ کر کرنا۔ (34) یہ کوئی سفارش یا ناجائز فائدہ نہیں بلکہ معاملہ کی تحقیق کی کاوش تھی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جائز مقصد کے لئے مناسب تدبیر اختیار کرنا توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔ توکل ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہنے کا نام نہیں، بلکہ وسائل وذرائع کو استعمال کر کے تمام امور پر نظر رکھتے ہوئے، کوشش کر کے نتائج اللہ کے سپرد کرنے کا نام ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی تقدیر میں کیونکہ ابھی آپؐ کا جیل میں رہنا باقی تھا لذا وہ شخص بھول گیا۔

(v) عہدہ کے لئے مناسب اہلیت کی ضرورت

شہ مصر سے مکالمے کے دوران یوسفؐ نے اس سے اپنی الہیت و خصوصیات کا ذکر کیا کہ میں حفظ اور علم ہوں۔⁽³⁵⁾ لہذا اس نے اپؐ کو عہدے کی پیش کش کی۔ جس کو آپؐ نے قبول کیا اور ساتھ وجہ بھی بیان کی کہ میں اس کی الہیت رکھتا ہوں۔ یعنی کسی عہدے کے لیے اس کی مناسب الہیت ضروری ہے۔

(vi) انبیاء کے اخلاقی اوصاف

حضرت یوسفؐ کے حالات میں ان کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف کا جائز تذکرہ ملتا ہے۔ یوسفؐ کی تمام زندگی صبر سے عبارت ہے۔ آپؐ نے خود بھی اسی کا تذکرہ فرمایا کہ جو صبر و تقویٰ اختیار کرے تو اللہ ایسے محسنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔⁽³⁶⁾ یوسفؐ کی زندگی میں صبر و رضا کے وہ تمام مراحل آئے ہیں جن سے کسی داعی کو سابقہ پیش آ سکتا ہے۔ برادران کی ایذار سنیوں پر صبر، غلامی نیز غیر مختلف دین و معاشرت کی حامل قوم کے مسائل پر صبر، ذاتی الزامات اور بری ترغیبات نیز قید کے مصائب پر صبر اور پھر صبر و رضا کی دوسری حالت یعنی عہدہ، اختیار اور دولت و ثروت وغیرہ جیسی نعمتوں کے مل جانے کے بعد انتقامی جذبات یا شنجی وریا اور حد سے گزر جانے سے بعض رہے۔ حتیٰ کہ معافی دی تو احسان جانے بجائے اس کو بھی اللہ کا فضل قرار دیا۔

اسی طرح دیگر مقامات پر اخلاق کے اعلیٰ نمونے نظر آتے ہیں مثلاً بادشاہ کا ساتی ایک مدت کے بعد دو بارہ آپؐ سے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا جبکہ وہ پچھلی بار آپؐ کا بادشاہ سے تذکرہ کرنا بھول گیا تھا تو آپؐ نے دو بارہ آنے پر نہ تو اسے ملامت کی کہ اسکی بھول کے باعث وہ مدت سے بے قصور جیل میں پڑے ہیں۔ نہ جھڑکا اور نہ علم کے بیان میں بخل سے کام لیا۔ اس کے بر عکس محض خواب کی تعبیر ہی نہ بتائی بلکہ اس صورت حال سے بہتر انداز میں عہدہ براء ہونے کے لیے مناسب تجویز بھی دی۔ یہ بھی نہ سوچا کہ جن لوگوں نے مجھے بے قصور زندان میں ڈالا اگر وہ قحط سے دوچار ہو کر ہلاک ہو جائیں تو اپنے کئے کی سزا پا سکیں گے۔ گویا نہ غصہ، نہ انتقام اور نہ ہی بخل بلکہ نہایت عمدہ اخلاق کا مظاہر کیا۔

(vii) حسد و بعض کے انجام کی وضاحت

یوسفؐ کی سیرت سے ظاہر ہے کہ حسد و بعض کا انجام محسود کے بجائے حاسد کے حق میں برآ ہوتا ہے۔

(viii) انبیاء کے اسوہ میں مثالث

یوسفؐ اور محمد ﷺ کی جدوجہد میں حیرت انگیز مثالثت پائی جاتی ہے۔ اس سورہ کے نزول کے ڈیڑھ دو سال بعد آپ ﷺ کو مکہ سے نکلا پڑا۔ یوسفؐ کی طرح آپ ﷺ کے ابانے وطن نے آپ ﷺ کے قتل کی

(نوعہ باللہ) سازش تیار کر لی تھی۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہ معاملہ پیش آیا جو یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان پیش آیا تھا۔ قریش مکہ بھی برادر ان یوسف کی طرح عاجزی سے درخواست کر رہے تھے اور آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ میں تم سے کیسا معاملہ کروں گا انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف نے فرمایا تھا کہ جاؤ آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔⁽³⁷⁾

(ب) عملی نتائج

(i) قید سے رہائی

اللہ نے آپؐ کی رہائی کا انتظام کیا۔ مصر کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا۔⁽³⁸⁾ جسکی تعبیر بتانے سے سب قاصر ہے۔ گذشتہ آزاد شدہ قیدی کی وساطت سے آپؐ نے خواب کی تعبیر بھی بتائی اور قحط سے نجات کی تدبیر بھی۔ اس تعبیر اور تدبیر کو سن کر نیز ساقی سے آپؐ کی عظمت کی روایات سن کر بادشاہ نے آپؐ کو رہا کرایا۔ یعنی بادشاہ آپؐ کی دعوت و تبلیغ اور الہامی علم کی وجہ سے قائل ہوا۔

(ii) تحقیق کا مطالبہ

داعی کے لیے کردار کی حفاظت نہیات ضروری ہے۔ اگرچہ بادشاہ نے آپؐ کی علمی برتری کے باعث رہائی دینا چاہی مگر آئندہ دعویٰ مقصد کے لیے ضروری تھا کہ آپؐ کا کردار ہر قسم کے الزام سے پاک ہو۔ آپؐ نے تحقیق کا مطالبہ کیا، تاکہ بادشاہ یہ جان لے کہ آپؐ نے سابقہ محسن عزیز مصر کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی تھی اور اس کا اظہار آئندہ کی امانت و دیانت کے لیے نہیات بر موقع تھا۔ بری ہونے کے بعد وضاحت فرمائی کہ میں خود کو گناہوں سے بالاتر نہیں سمجھتا۔ اگر میں گناہ سے محفوظ رہا تو اس میں میرا کمال نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی عنایت ہے کہ اس نے مجھے گناہ گار ہونے سے بچا لیا۔⁽³⁹⁾ انبیاء کی عظمت ہے کہ وہ خاطین کی تحفیر نہیں کرتے اور خود کو منکریں کے مقابلے میں ہر گز عالی مرتبہ نہیں بتاتے۔ بلکہ اپنی نجات کا ذریعہ اللہ کو قرار دے کر گویا یہ تعلیم دیتے ہیں کہ تم بھی اسی سے استعانت چاہو۔

(iii) بادشاہ کے اعتماد کا حصول اور اقتدار میں شرکت

بادشاہ نے آپؐ کے علم، فہم و فرست، عزت نفس اور کردار کی مضبوطی سے متاثر ہو کر اعلیٰ ترین منصب آپؐ کے سپرد کرنا چاہا۔ لیکن یوسف نے ملک کے ذرائع آمدن کی نگرانی کو اپنے کنٹول میں لینے کی تجویز پیش کی تاکہ در پیش قحط سے مناسب تدبیر کر کے بچا جاسکے۔ توراۃ نے بھی یوسفؐ کو اقتدار ملنے کے بارے میں

(40) اللہ نے یوسفؑ کی سرگزشت کے تشیب و فراز بیان کئے اور بالآخر ان کی دعوت کے غلبہ کے حالات بتایا ہے۔ پیدا فرمائے۔

(IV) اہل کنعان پر حضرت یوسفؑ کے اثرات

سورۃ یوسف کی آیات نمبر ۲۶-۳۷ میں کنعان میں قحط اور اہل کنعان کی مصر میں غلہ کے لیے آمد کا تمام واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ بنی امیں کو مصر بلوا کروکر لوگ لینے کی تدبیر میں (آیات نمبر ۲۹-۳۷) کئی قابل غور پہلو نکلتے ہیں۔ بعض معتزلین نے اس تدبیر میں نبی پر جھوٹ کی نسبت کی۔ مولانا اصلاحی کے بقول ان آیات میں صرف پیالہ رکھنے کی نسبت یوسفؑ کی طرف ہے باقی تمام معاملات کارندوں اور بھائیوں کے درمیان ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ ممکن ہے کہ یوسفؑ نے پیالہ بطور نشانی بھائی کے کجاوے میں رکھوا دیا ہو۔ یا پھر اگر آپؑ نے اللہ کی طرف سے القاء کی وجہ سے ایسا کیا، تو یہ "توریہ" میں شامل ہے۔ مگر آگے کے معاملات کو اللہ نے یوسف کی منشاء کے مطابق کر دیا۔ کارندوں اور بھائیوں کے درمیان چوری کی سزا کے تعین کے بارے میں مکالمہ ہونا ایک غیر معمولی بات ہے، ورنہ معمول کے مطابق بات چور پر چوری کی سزا کا مصری قانون کے مطابق اطلاق کرنا تھا۔ چونکہ مصری قانون میں چور کی سزا غلام بنانا نہیں تھی۔ اس لئے اللہ نے کارندوں سے کنغانیوں کے قانون کے بارے میں استفسار کروایا۔ بہر حال اس ساری روئیاد کے بعد اللہ نے درجات کی بلندی کی بات کی۔ (41) جس سے ظاہر ہے کہ انبیاء جب خود کو منشاء کے سپرد کر دیتے ہیں تو اللہ ان کے درجات اس طرح بلند فرماتا ہے کہ ان کی منشاء کی تکمیل کے لیے حالات سازگار فرمادیتا ہے۔

جب بھائی تیسری بار غلہ لینے آئے تو یوسفؑ نے انہیں ان کا طرز عمل یاد دلایا۔ قحط کے موقع پر کنغانیوں کے عاجزی کے انہیار اور غلہ کی درخواست کے جواب میں یوسفؑ کے ذکر نے ان کو ہوشیار کر دیا اور وہ یوسفؑ کو پہچان گئے۔ اپنے جرم کا اعتراض کیا اور یوسفؑ کی خود پر برتری تسلیم کی، حالانکہ ایک وقت میں محض باپ کی نظر میں یوسف کے لیے زیادہ توجہ ان کو گوارا نہ تھی۔

(V) بنی اسرائیل کی مصر آمد

یوسفؑ نے انشائے راز کے بعد اپنا پیرا ہن کنعان بھیجا تاکہ یعقوبؑ کی آنکھوں پر ڈالا جائے تو ان کی بینائی لوٹ آئے۔ ابھی قافلہ پیرا ہن لے کر چلا ہی تھا کہ یعقوبؑ نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے اس کی خوشبو محسوس کر لی اور گھروالوں سے یوسفؑ کی خوشبو کا تذکرہ کیا۔ مگر گھروالوں نے ان کو یوسفؑ کی یاد میں مغلوب اور اسی غم کے خط میں بتلاقرار دیا۔ (42) مصر میں اکشاف حقیقت کے وقت بھائیوں نے یوسفؑ کے سامنے اعتراف جرم کیا تو انہوں نے ان کو فوراً معاف کر دیا اور اللہ کی طرف بھی مغفرت کی دعا فرمادی۔ (43) مگر یعقوبؑ نے مغفرت کا معاملہ موخر

رکھا، البتہ امید دادی۔⁽⁴⁴⁾ یوسف کیونکہ بلا واسطہ بھائیوں کی طرف سے تکلیف میں ڈالے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے فوراً معاف کر دیا اور اللہ سے دعا بھی فوراً فرمادی مگر حضرت یعقوب کی نظر میں کیونکہ بیٹے بلا واسطہ یوسف کے بھی مجرم تھے لہذا ان کی رضا کے حصول تک معاملہ موخر کیا جانا ضروری تھا۔ دوسرا یعقوب پر ان کے بیٹوں کی تلوں مزاجی بھی ظاہر تھی لہذا انہوں نے توبہ طلبی میں استقامت دیکھنے تک موخر کھا۔ یوسف کی بدایت پر یعقوب اپنے جملہ خاندان سمیت کنغان سے مصر منتقل ہو گئے۔ تورات کے بیان کے مطابق وہ سب ستر تھے۔⁽⁴⁵⁾ جب دربار منعقد ہوا تو تمام اہل دربار بشویں آپ کے والدین و برادران احترام میں جھکے۔ اس کو مفسرین نے سجدہ تعظیمی کہا۔ جو معروف رہا ہے۔ مگر شخصور طی علیہ السلام نے اسے ناپسند فرمایا۔ یوسف نے اپنے والد سے اپنا خواب دہرا کر خود پر اللہ کے احسانات کا ذکر کیا اور بھائیوں کے فعل کو شیطان کی طرف منسوب فرمایا؛ تاکہ معاف کر دینے کے بعد وہ شر مندہ نہ ہوں اور اللہ کے لطف و کرم اور حسن انجام کے حصول کی دعا فرمائی۔⁽⁴⁶⁾

یہ یوسف کی دعوت عملی نتائج ہیں یعنی بنی اسرائیل کی مصر آمد سے خانوادہ نبوت مصر منتقل ہو گیا جس کے ثابت نتائج آپ کی دعوت و تبلیغ پر بھی پڑے ہوں گے۔ حضرت یوسف کے اسوہ میں داعی کے لیے استفادہ کے بے شمار اسباق ہیں۔

عصر حاضر میں درج بالادعویٰ تقاضوں اور حکمت عملی کا لحاظ ہی اسلام کو دنیا کا کامیاب تبلیغی مذہب بنا سکتا ہے۔ اگرچہ دنیا میں اس وقت بعض ادارے یہ پیشگوئی کر رہے ہیں کہ سال 2050 تک اسلام دنیا کا سب سے زیادہ آبادی والا مذہب ہو گا۔ ایک ادارے کا یہ دعویٰ ہے کہ تیس سال بعد عیسائیت کی آبادی مسلم آبادی سے کم ہو جائے گی۔ اگرچہ انہوں نے اس کی تبلیغ کے علاوہ دیگر وجوہات بیان کی ہیں⁽⁴⁷⁾۔ تاہم مسلم امت کے لیے امید کا پہلو یہ ہے کہ اگر وہ دعوت کے عصری تقاضوں کو سمجھ کر حکمت کا اسلوب اختیار کریں تو نتائج اس سے بھی زیادہ حاصل ہو سکتے ہیں۔⁽⁴⁸⁾

حاصل بحث

قرآن نے تذکیر بالا اللہ کے طرز پر واقعہ مختصر آبیان کیا۔ بیان واقعہ میں انہیا کا اعلیٰ کردار واضح ہے، جبکہ باہل سے انہیا کی کسرِ شان ظاہر ہوتی ہے۔

- ۱۔ حضرت یوسف اور حضرت یعقوب کا معاملہ آزمائش، صبر اور توکل کے عظیم مظاہرے داعی کے سامنے پیش کرتا ہے۔
- ۲۔ حضرت یوسف اور بھائیوں کا معاملہ حسد کے نقضان اور صبر و توکل کے فوائد ظاہر کرتا ہے۔ مزید عفو و درگذر کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔
- ۳۔ حضرت یوسف اور خالوں کا معاملہ کئی اسباق دیتا ہے

- ۱۔ انبیا پر بھی کردار کی آزمائش آئی توانی بھی اس سے بری نہیں ہو سکتا۔
- ۲۔ کردار کی حفاظت کرنے پر اللہ مدد فرماتا ہے اور عزت کو محفوظ رکھتا ہے۔
- ۳۔ رضاۓ الٰی کا اتباع کرنے سے اللہ بندوں کی رضا بھی پوری فرماتا ہے۔ جیسا کہ خاتون کے اپنا نفس اللہ کے تابع کرنے کے بعد اس کی دعائیں پوری ہوئیں۔
- ۴۔ آزمائش طویل بھی ہو جائے تو داعی کو صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا، جیسا کہ حضرت یوسف تیرہ سال جیل میں رہے۔
- ۵۔ حضرت یوسف اور بادشاہ کی سرگذشت یہ بتائی ہے کہ اہمیت ہو تو عہدہ کی طلب حرص نہیں بلکہ درست انتظام کا مظاہر ہے۔
- ۶۔ تعبیر الرویا کی اہمیت اور اس کے لیے درست حکمت عملی اختیار کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔
- ۷۔ بادشاہ کے خواب کے تحت گندم کے تحفظ کی طویل جدوجہد؛ حکمتِ عملی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ یہ پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انبیا اپنے وقت کے ضروری علوم سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عہد کے مسائل کو زینی حقائق کی روشنی میں حل کرتے ہیں نہ کہ صرف مجرمات اور دعاوں سے۔
- ۸۔ کارندوں اور برادران یوسف کے مکالمے، معاملات میں حکمت، دلیل اور ثبوت کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔
- ۹۔ عصر حاضر میں ممالک کی حدود میں تبدیلی اور کئی ممالک میں تکنیکی معاشروں کے قیام کے باعث دعوت کی ضرورت و اہمیت میں اضافہ ہوا ہے۔
- ۱۰۔ عصر حاضر میں دعوتی امور نے قابل تحقیق شعبہ کی اہمیت اختیار کر لی ہے۔
- ۱۱۔ موجودہ دور میں لادینیت کو تیزی سے فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ لذاد عوتی منجع میں تحقیق اور تنوع وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی کتاب "دعوت دین اور اس کا بنیادی طریقہ کار" میں داعی کے اوصاف اور مدعو کے واجبات کے حوالے سے مفصل گفتگو کی ہے۔ ان کی رائے میں دعوت دینے کے عمل میں محسن کلمہ حق کی فطری صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کر لینا چاہیے بلکہ مدعویین کی ذہنی و نفسیاتی حالت کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ مولانا

نے مخاطب کی نفیات کی رعایت کے لیے دس اصول بتائے ہیں جو انہوں نے انیا کے طریق دعوت سے استنباط کر کے لکھے ہیں۔ (اصلاحی، امین الحسن، مولانا، دعوت دین اور اس کا بنیادی طریق کار، فاران فاؤنڈیشن لاہور۔

²- دعوت کی کامیابی کے لیے لازم ہے کہ دعوت جس چیز کی طرف دی جانی چاہیے وہ محکم ہو۔ عصر حاضر میں مسائل کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ دعوت غیر اللہ کی طرف دی جا رہی ہے یعنی، ارباب من دون اللہ کی طرف، فرقہ پرستی کی طرف، شخصیت پرستی کی طرف تقلید آب اور اپنی بنائی ہوئی ترجیحات کی طرف دی جا رہی ہے جبکہ دعوت کا مردج تو دین اسلام تھا۔ ایک جامع ضابطہ حیات کی طرف دعوت دی جانی مقصود تھی دعوت سے معاشرے میں آفاقت اور مساوات کو عام ہونا چاہیے تھا۔ دعوت کا مردج کامل اطاعتِ الٰہی ہونا چاہیے تھا (فریدہ یوسف، دعوت و تبلیغ، فیصل فراپرنگ پریس، ملتان، 2013، ص: 15-21)۔

³- مولانا مودودی نے دعوت سے متعلق آیات کی تفسیر میں بھی فرنپھر تبلیغ کی وضاحت کی ہے۔ اس کے علاوہ اپنی کتاب حکمت تبلیغ میں دعوت سے متعلقہ امور واضح کیے ہیں۔ (مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ص: 582)

⁴- دای کے اوصاف اور خصوصیات کے حوالے سے گزشتہ پچاس سال کے دعویٰ ادب میں تقریباً ہر قابل ذکر مصنفوں نے بات کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے اصول الدعوه کے نام سے اپنی کتاب میں ان امور پر راجحہ فراہم کی ہے۔ اسی طرح مولانا امین الحسن اصلاحی، مولانا ابو الحسن علی ندوی اور دیگر مصنفوں نے دای کے فرائض، واجبات اور اوصاف پر گفتگو کی ہے۔ کئی مقالہ جات میں بھی بر صیر میں دعوت پر کیے جانے والے کام کا جائزہ لیا گیا ہے جیسا کہ افکار ریسرچ جریل کے ایک شمارے میں ایسا ہی ایک مضمون ہے جس میں بر صیر کی دس اردو دعویٰ کتب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ (Tauseef Ahmad Paray, “ Da’wah Literaure in Urdu: An Appraisal of some selected works of Prominent Figures of Sub-Continent ” , AFKAR: Research Journal of Islamic Studis.2,1 (June 2018): 17-36

اسی طرح حال ہی میں دعویٰ ادب کا ایک جائزہ ایک اور ریسرچ پر میں لیا گیا۔ جس میں مقالہ نگار نے جنوبی ایشیا میں دعوت پر لکھی جانے والی اہم کتب کا تعارف کرایا اور اس کا جائزہ پیش کیا۔

Owais Manzoor Dar,” Da’wa in Islam:A Disursive Analysis of South Asian Muslim Scholarly Discourses” Analisa Journal of Social Science and Religion Vol. 06, No. 01, July 2021

تاہم بر صغیر اور جنوبی ایسا میں کیے جانے والا تحقیقی کام دعوت کے مختلف اسالیب، حالات اور گوشوں کے حوالے سے متعلق ہے۔ زیر نظر مقالہ میں صرف ایک پہلو کو منتخب کیا گیا ہے جس میں غیر معروف فضا میں دعوت کا ایک نمونہ حضرت یوسفؑ کے اسوہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

⁵ انخل، 37:16

⁶ اصلاحی، دعوت دین اور اس کا بنیادی طریقہ کار، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ص: 152

⁷ الفرقان، 33:25

⁸ الانعام، 108:6

⁹ فریدہ یوسف، دعوت و تلبیغ، فیصل فدا پرنگ پر لیں، ملتان، 2013 ص: 259

¹⁰ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق علیل، امام، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، المجلد الثالث، ج 6، ص 422، دار القلم بیروت لبنان

¹¹ القرآن، یوسف، 12: 4-5

¹² کتاب پیدائش، باب: 37: 11

¹³ القرآن، یوسف، 12: 8-18

¹⁴ کتاب پیدائش، 37: 34

¹⁵ القرآن، یوسف، 12: 19-22

¹⁶ بیضاوی، ناصر الدین، محمود، انوار التنزیل و اسرار التاویل، شرکتہ مکتبہ و مطبع مصطفیٰ البابی، الحلاجی، الجزء الاول، ص 490

¹⁷ الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، مؤسسة الرسالہ، 2000، ج: 15، ص: 21

¹⁸ اصلاحی، امین احسن، مولانا نتدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج 4، ص 202

¹⁹ القرآن، یوسف، 12: 23-29

²⁰ سیوطہ راوی، حفظ الرحمٰن، فقصص القرآن، صدیقیہ دارالکتب، ملتان، 2003، ج: 1، ص: 186

²¹ اصلاحی، امین احسن، مولانا نتدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج: 4، ص: 206

²² القرآن، یوسف، 12: 30-34

²³ القرآن، یوسف، 12: 39

²⁴ القرآن، یوسف، 12: 38

²⁵ القرآن، یوسف، 12: 101

- ²⁶ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۴۰
- ²⁷ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۵۹
- ²⁸ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۲۳
- ²⁹ - ندوی، ابو الحسن، علی، مولانا، تبلیغ و دعوت کا مجلزانہ اسلوب، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی، ص ۵۸-۵۹
- ³⁰ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۳۶-۳۷
- ³¹ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۲۱
- ³² - القرآن، یوسف، ۱۲: ۶۸
- ³³ - اصلاحی، امین حسن، مولانا، تدریس قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج ۴، ص ۲۴۱
- ³⁴ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۴۲
- ³⁵ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۵۵
- ³⁶ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۹۰
- ³⁷ - طبری، ابن حجر امام، جامع البیان عن تاویل آکی القرآن، دار الفکر بیرونیت لبنان، حصہ اول، ص ۴۰۱
- ³⁸ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۴۷-۴۹
- ³⁹ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۵۰-۵۶
- ⁴⁰ - کتاب پیدائش، ۴: ۴
- ⁴¹ - تدریس قرآن، ج ۴، ص: ۲۴۳-۲۴۵
- ⁴² - القرآن، یوسف، ۱۲: ۹۶
- ⁴³ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۹۲
- ⁴⁴ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۹۸
- ⁴⁵ - کتاب پیدائش، باب ۲۰: ۴۵
- ⁴⁶ - القرآن، یوسف، ۱۲: ۱۰۰

⁴⁷. The demographic factors that make Islam the world's fastest-growing major religious group,

<https://www.researchgate.net/publication>.

Last accessed, 21-04-21